عالمِ اسلام کے نامور قاضی

حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالحفیظ صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

۲۷ مئی ۱۹۹۵ء کے نوائے وقت کا مطالعہ کر رہا تھا کہ آخری صفحہ کی ایک خبر پر نظریں آکر رُک گئیں۔ خبر کا عنوان تھا "لعنت بر قاضی شریح کانفرنس ۲۹ مئی کو ہونے والی کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ چیف جسٹس کو بھیج دیا گیا۔" اس عنوان کے تحت تفصیل یوں درج تھی:

"مسلم لیگ لاہور کے جنرل سیکرٹری پرویز رشید نے چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ محمد الیاس کو "لعنت بر قاضی شریح" کانفرنس میں صدارت کے لیے دعوت دی ہے۔ ان کے نام لکھے جانے والے ایک مکتوب میں کہا گیا ہے کہ تاریخ انسانی کے سیاہ کرداروں میں سے قاضی شریح کے قابلِ نفرین کردار سے کوئی واقف نہ ہوگا جس نے یزید سے اشرفیوں ــــ بھری تھیلی قبول کر کے محافظِ جنت حضرت امام حسینؓ کے فتویٰ قتل پر مہر ثبت کر دی۔ کانفرنس ۲۹ مئی کو منعقد ہوگی۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۷ مئی ۹۵ء صفحہ آخر کالم ۱،۲)

یہ خبر پڑھ کر کہ عظیم محدّث، جلیل القدر تابعی، عالمِ اسلام کے مایۂ ناز قاضی جن کے علم وفضل، زہد و تقویٰ، ذکاوت و ذہانت، تدبّر و فراست، عدل و انصاف پر امیرالمؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسا شخص اعتماد کرتے ہوئے انہیں منصبِ قضا پر فائز فرمائے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسا مدبّر ان کی فقاہت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو عہدۂ قضا پر بحال رکھے ایسے برگزیدہ شخص پر ہمارے معاشرے میں علانیہ لعنت کی جارہی ہے اور انہیں

تاریخ کے سیاہ کرداروں میں شمار کیا جا رہا ہے، بڑی حیرت ہوئی اور ساتھ ہی افسوس بھی ہوا کہ ایک ایسی شخصیت جس کی پوری زندگی ملّتِ اسلامیہ کے لیے مشعلِ راہ اور مینارۂ نُور ہو جس نے اپنے عہدۂ قضا کے دوران ہمیشہ مظلوموں کا ساتھ دیا ہو۔ اہلِ حق کو ان کا حق دلوایا ہو، خواہ فریقِ مخالف وقت کا حاکم ہی کیوں نہ ہو یا اپنے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اس کے بارے میں ایسی کانفرنس کی جا رہی ہے اور وہ بھی مسلمانوں کے ملک میں۔ قاضی شریح کی شخصیت تو ایسی غیر متنازع شخصیت ہے کہ ان پر اہلِ سُنّت اور اہلِ تشیع دونوں کا اتفاق ہے، پھر ایسی کانفرنس کا ہونا ایک المیّہ سے کم نہیں۔

اسی پریشانی میں تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارک یاد آگئی جسمیں آپؐ نے پہلے سے پیشین گوئی فرمادی تھی کہ امّت کا آخری طبقہ اُمّت کے پہلے طبقہ پر لعنت کرے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَمَنْ كَتَمَ حَدِيْثًا فَقَدْ كَتَمَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ"[۱] جب اس اُمّت کا آخری طبقہ اپنے پہلے طبقہ والوں پر لعنت کرے تو پھر جس شخص نے (اسلاف کے فضائل اور ان پر لعنت کی حرمت کے متعلق آنے والی) حدیث کو چھپایا تو گویا اس نے اللہ کے دین کو چھپایا۔

اس لیے احقر نے ضروری خیال کیا کہ قاضی شریح رحمہ اللہ کے کچھ حالات لکھے جائیں تاکہ عام مسلمانوں کو اصل صورتِ حال کا علم ہو اور وہ دشمنانِ اسلام کے مکروہ پروپیگنڈہ سے محفوظ رہ سکیں۔

نام و نسب

آپ کا نام شریح اور کنیّت ابوامیّہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے "شریح بن حارث بن قیس بن جہم بن معاویہ بن عامر بن رائیس بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ الکندی" اسی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ کندی کی نسبت لگائی جاتی ہے[۲]۔

آپ عہدِ رسالت ہی میں ایمان کی دولت سے مشرف ہو چکے تھے، مگر شرفِ صحابیّت

---

[۱] ابنِ ماجہ باب ۲۴ ص ۱۵   [۲] تہذیب الاسماء واللغات ج اوّل ص ۲۴۳

سے مشرف نہیں ہو سکے۔ بعض مؤرخین نے آپ کی صحابیت کو بھی تسلیم کیا ہے، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ آپ کو عہدِ رسالت میں ایمان لانے کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہو سکا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے[1]

تمام مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے اور آپ تاریخ اسلام کے قابلِ فخر قاضیوں میں سے ہیں۔

آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ بعض مؤرخین کا یہ قول بھی ہے کہ آپ اصلاً عجمی ہیں، بعد ازاں آپ کا قبیلہ یمن میں آکر آباد ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں آپ یمن سے مدینہ منورہ آکر آباد ہوئے[2]

علم و فضل قاضی شریح رحمہ اللہ نے تمام اکابر صحابہ خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا تھا۔ ان کی علمی مجالس سے خوشہ چینی اور استفادہ کیا تھا۔ آپ انتہائی ذکی و ذہین، طبّاع اور فطری صلاحیتوں کے مالک تھے۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے:

"واتفقوا علی توثیقِ شریح و دینہ وفضلہ والاحتجاج بروایاتہ وذکائہ وانہ اعلمھم بالقضا[3]"

شریح کی توثیق، دینداری، فضل و کمال، ذکاوت اور ان کی روایات سے احتجاج پر سب کا اتفاق ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ آپ اپنے اہلِ زمانہ میں قضا کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تہذیب التہذیب" میں اور امام ذہبیؒ نے "سیر اعلام النبلاء" میں اور حافظ یوسف مزیؒ نے "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" میں امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین کے حوالہ سے آپ کو ثقہ لکھا ہے[4]

---

[1] الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۲ [2] سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۰۰ [3] تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۴۴
[4] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۲۶ ۔ سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۰۱ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۲ ص ۴۳۸

آپ حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ کوفہ کے کبار فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔
فنِ تعبیر کے امام علامہ ابنِ سیرینؒ کا قول ہے:
" سرج اھل الکوفة اربعة عبیدة السلمانی و الحارث الاعور، وعلقمة بن قیس و شریحؒ "[1]
اہلِ کوفہ کے چراغ (مایۂ ناز شخصیات) چار ہیں۔ عبیدۃ السلمانی، حارث اعور، علقمۃ بن قیس اور قاضی شریح۔

آپ کے علم و فضل، نکتہ رسی اور باریک بینی، دُور اندیشی کی شہرت ایسی تھی کہ آپکی عدالت میں بڑے بڑے علماء آپ کے فیصلے سُننے کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ مکحولؒ تابعی فرماتے ہیں کہ میں چھ ماہ تک قاضی شریحؒ کی عدالت میں صرف ان کے فیصلے سُننے کے لیے حاضر ہوتا رہا۔[2]

روایتِ حدیث

قاضی شریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً حدیث روایت کرتے ہیں۔ صحابہ میں سے حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق، عروۃ البارقی، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں حضرت ابراہیم نخعی، امام شعبی، قیس بن ابی حازم، محمد بن سیرین رحمہم اللہ اور بہت سے اکابر محدثین شامل ہیں۔[3]

آپ صحابئ رسول اور یمن کے گورنر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے خصوصی شاگرد تھے۔[4]

عہدۂ قضا پر تقرری

خلیفۂ دوم سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کی بناء پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی قابلیت اور ذاتی جوہر کو دیکھتے ہوئے آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے اس شان سے اس ذمّہ داری کو نبھایا کہ سبحان اللہ! مسلسل ساٹھ برس تک قاضی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس طویل مدّت میں بڑے بڑے انقلابات و حوادث پیش آئے۔ خلافتِ راشدہ کا دَور ختم ہو کر اموی

---

[1] تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۴۳۹ [2] طبقات ابنِ سعد ج ۶ ص ۱۳۹ [3] تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۴۳۶، ۴۳۷
[4] ایضاً ص ۴۳۸

دورِ حکومت کا آغاز ہوا، مگر اس تمام عرصہ میں کسی شخص کو بھی آپ کے کسی فیصلہ پر انگشت نمائی کا موقعہ نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو اس عہدہ پر بحال رکھا۔ پھر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا دور آیا تو آپ نے قاضی شریحؒ کو "اَقْضَی الْعَرَب" (عرب کا سب سے بڑا قاضی) کا خطاب دیا اور آپ کی تنخواہ سو درہم سے بڑھا کر پانچسو درہم کر دی۔[۱] یہاں تک کہ حجّاج کے زمانے میں آپ نے کبرسنی، علالت اور ضعف و پیری کی وجہ سے خود ہی استعفاء دیا اور استعفے کے ایک سال بعد آپ کا انتقال ہوا۔

قاضی شریحؒ چونکہ تاریخ اسلام میں بحیثیت قاضی ہی زیادہ مشہور ہیں اور ان کی ذات پر اعتراض بھی اسی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ اس لیے ہم ان کی قضا کی زندگی کے چند حالات و واقعات درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ وہ قضاء کے معاملہ میں اسلاف کی تعلیمات کے کس قدر پابند تھے۔ امیر و غریب، چھوٹا بڑا، حاکم اور محکوم ان کی نظر میں سب یکساں تھے۔

فاروقِ اعظمؓ قاضی شریحؒ کی عدالت میں

ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے اس شرط پر گھوڑے کا سودا کیا کہ اگر مجھ کو پسند آ گیا تو میں رکھ لوں گا، ورنہ واپس کر دوں گا۔ آپ نے امتحان کے لیے ایک دوسرے شخص کو دیا، اتفاق سے وہ گھوڑا زخمی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے مالک کو وہ گھوڑا واپس کرنا چاہا تو مالک نے واپس لینے سے انکار کر دیا۔ آپس میں بات بڑھی تو کسی تیسرے کو حکم بنانے کا فیصلہ ہوا۔ مالک نے قاضی شریح کا نام پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے قبول کر لیا۔ قاضی شریح نے فیصلہ یہ دیا کہ "امیرالمؤمنین جیسا گھوڑا آپ نے لیا تھا ویسا ہی واپس کریں، ورنہ پھر اپنے پاس رکھیں۔" حضرت عمرؓ نے اپنے خلاف فیصلہ سننے کے بعد دوبارہ سوال کیا، کیا تمہارا یہی فیصلہ ہے؟ اس پر قاضی شریحؒ نے کہا بالکل۔ حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا، جاؤ آج سے تمہیں کوفہ کا قاضی مقرّر کیا جاتا ہے۔[۲]

حضرت علیؓ قاضی شریحؒ کی عدالت میں

ایک قاضی کا سب سے بڑا وصف اور سب سے مقدّم فرض یہ ہے کہ وہ فیصلہ کرنے میں کسی خارجی اور داخلی اثر سے متاثّر نہ ہو اور کسی حالت میں بھی اس کے ہاتھ سے حق و انصاف کا دامن نہ چھوٹنے

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۸ [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۳۲ ج ۶

پائے۔ قاضی شریحؒ میں یہ وصف اس حد تک تھا کہ قانون اور حق و انصاف کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی شخصیّت اور بڑے سے بڑے تعلّق کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک معمولی شخص کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ کے خلاف فیصلہ دینے کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔ اب ایک اور واقعہ بھی پڑھ لیجئے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ ایک سفر سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں آپ کی زرہ گر گئی اور کسی یہودی کے ہاتھ لگ گئی۔ حضرت علیؓ کو جب علم ہوا تو آپ نے قاضی شریحؒ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی شریحؒ نے یہودی کو عدالت میں طلب کر لیا اور اس سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ یہ زرہ میری ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ میرے قبضہ میں ہے۔ حضرت علیؓ کو قاضی شریحؒ نے گواہ پیش کرنے کو کہا۔ حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادہ حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ اس پر قاضی شریحؒ نے کہا کہ قنبر کی شہادت تو میں قبول کرتا ہوں، لیکن تمہارے بیٹے کی شہادت تمہارے حق میں قبول نہیں کرتا۔ دوسرا کوئی گواہ ہو تو پیش کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کو نوجوانانِ جنّت کا سردار فرمایا ہے کیا تم ان کی بھی شہادت قبول نہیں کرتے۔ قاضی شریحؒ نے جواب دیا کہ میں باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت قبول نہیں کیا کرتا، لہٰذا گواہ نہ ہونے کی وجہ سے فیصلہ یہودی کے حق میں کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ برضا و رغبت قبول کر لیا اور زرہ یہودی ہی کے پاس رہنے دی۔ قاضی شریحؒ کے اس فیصلے نے یہودی پر اتنا اثر کیا کہ اس کے قلب کی دنیا ہی بدل گئی۔ اس کا قلب نورِ ایمان سے منوّر ہو گیا اور اس نے اقرار کیا کہ زرہ آپ ہی کی ہے اور اسلام ایک سچّا مذہب ہے کہ مسلمانوں کا قاضی امیرالمؤمنین کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور امیرالمؤمنین بلا چون و چرا دل و جان سے اسے تسلیم کرتے ہیں اور عدالت ہی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور حضرت علیؓ نے اس کے اسلام پر خوش ہو کر وہ زرہ اسے ہبہ کر دی [1]

حقیقی بیٹا عدالت کے کٹہرے میں

قاضی شریحؒ تاریخ اسلام کے ان مایۂ ناز قاضیوں میں سے ہیں جن کے فیصلوں پر مسلمان ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے کہ انہوں نے عدل و انصاف کے معاملہ میں خود اپنے رشتہ داروں کو کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھا عدل گستری وہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ان کے ایک بیٹے اور دیگر چند حضرات

---

[1] شذرات الذہب ج ۱ ص ۸۵

کے مابین کسی حق کے بارے میں کچھ تنازعہ تھا۔ بیٹے نے عدالت میں مقدمہ دائر کرنے سے قبل اپنے والدگرامی کے سامنے مقدمہ کی تمام نوعیت رکھی اور والدصاحب سے مشورہ طلب کیا۔ اگر اس صورت میں میرا حق بنتا ہو اور مقدمہ میں کامیابی کی صورت بنتی ہو تو میں آپ کی عدالت میں مقدمہ کرتا ہوں، ورنہ بصورتِ دیگر خاموش رہوں گا۔ قاضی شریحؒ نے مقدمہ کی نوعیت پر غور کرکے مقدمہ دائر کرنے کا مشورہ دیا۔ مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوا۔ طرفین کے دلائل سُن کر قاضی شریحؒ نے فیصلہ بیٹے کے خلاف دیا۔ جب گھر واپس آئے تو بیٹے نے کہا، اگر مَیں نے آپ سے پہلے مشورہ نہ کیا ہوتا تو مجھے آپ سے کوئی شکایت نہ ہوتی، لیکن مشورہ کے بعد آپ کے حکم سے مَیں نے مقدمہ دائر کیا، مگر فیصلہ پھر بھی آپ نے میرے خلاف دے کر مجھے رسوا کر دیا ہے۔ قاضی شریحؒ نے جواب دیا:

والله یا بنی لَاَنْتَ احب الی من ملأ الارض مثلهم ولکن الله هو اعز علی منك، خشیت ان اخبرك ان القمناء علیك فتصالحهم فتذهب ببعض حقهم[1]

جانِ پدر خدا کی قسم تُو مجھے ان لوگوں جیسے روئے زمین بھر کے آدمیوں سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے تجھ سے زیادہ عزیز ہیں (تیرے مشورہ کے بعد) مجھے خوف ہوا کہ اگر مَیں نے تجھے بتلا دیا کہ فیصلہ تیرے خلاف ہوگا تو تُو ان سے صلح کر لیتا اور اس طرح ان کا کچھ حق ضرور ضائع ہو جاتا۔

اس قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ایک بار قاضی شریحؒ کے ایک لڑکے نے کسی ملزم کی ضمانت دی ملزم بھاگ گیا تو قاضی شریحؒ نے اپنے بیٹے کو گرفتار کروا کر قید میں ڈال دیا[2]۔

ایک بار قاضی شریحؒ کے ایک ملازم سپاہی نے ایک شخص کو کوڑوں سے پیٹا تو انہوں نے مضروب سے اسے کوڑے لگوائے[3]۔

ایک بار ان کی برادری کے ایک شخص نے کسی شخص پر کچھ ناروا ظلم کیا۔ قاضی شریحؒ نے اسے سزا

---

[1] صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۱۹۰ [2] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۴ [3] ایضاً ص ۱۳۸

کے طور پر ایک ستون سے بندھوا دیا۔ شریحؒ جب واپس جانے لگے تو اس شخص نے کچھ کہنا چاہا، قاضی شریحؒ نے جواب دیا، مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ میں نے تمہیں قید نہیں کیا، بلکہ حق نے قید کیا ہے[۱]

دوست و دشمن دونوں کے ساتھ مساوی سلوک

امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس قاضی شریحؒ کی عدالت میں آئے تو انہوں نے ان کا جوش و خروش سے استقبال کیا اور شیخُنا و سیّدُنا کہہ کر انہیں اپنے ساتھ بٹھایا۔ سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے اعتراض کیا کہ جناب آپ کو کیا ہو گیا یہ صاحب تو فریقِ مقدمہ ہیں۔ یہ سنتے ہی قاضی شریحؒ نے اشعث بن قیسؒ سے کہا اٹھیے اور اپنے فریق کے ساتھ سامنے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو جائیے۔ انہوں نے کہا، میں یہیں بیٹھا ہوں آپ مقدمہ کی سماعت کریں قاضی شریحؒ نے جواب دیا اٹھیے، ورنہ زبردستی آپ کو اٹھا دیا جائے گا، تو اشعث بن قیس بادلِ نخواستہ اپنے فریق کے ساتھ سامنے آکر کھڑے ہوئے[۲]

قضا میں احتیاط

جریر ازدی قاضی شریحؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بھوک اور غصّہ کی حالت میں مقدمات کی سماعت نہیں کرتا — ، بلکہ عدالت سے اٹھ جاتا ہوں[۳]

ذکاوت و ذہانت

امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ میں قاضی شریحؒ کی عدالت میں حاضر تھا کہ ایک عورت ایک مرد سے جھگڑتی ہوئی آئی اور عدالت میں زار و قطار رونے لگی۔ میں نے دل میں یہ خیال کر کے کہ یہ بیچاری مظلومہ ہے قاضی شریحؒ سے کہا یہ بے چاری مظلومہ معلوم ہوتی ہے۔ قاضی شریحؒ نے جواب دیا، "اے شعبی برادرانِ یوسف بھی اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے ہی آئے تھے"۔[۴]

ایک بار ایک شخص نے قاضی شریحؒ کی عدالت میں اپنے جرم کا اعتراف کیا تو قاضی شریحؒ نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا، اے ابو امیّہ (قاضی شریحؒ کی کنیت) آپ نے گواہوں کی گواہی کے بغیر میرے خلاف فیصلہ دے دیا ہے۔ قاضی شریحؒ نے جواب دیا: اخبرنی

---

[۱] طبقات ابنِ سعد ج ۶ ص ۱۳۵ [۲] اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۲۱۹ [۳] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۷
[۴] صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۲۰

بذالک ابن اخت خالتک "۔ یعنی تیری خالہ کی بہن کے بیٹے نے مجھے اس کی خبر دی ہے[1]۔

عبادت وریاضت

قاضی شریحؒ موجودہ دور کے ججز کے مثل نہ تھے، بلکہ وہ عابد، زاہد، متقی، شب زندہ دار تھے۔ تمام دن باوضو رہتے اور دن بھر کی تمام نمازیں ایک ہی وضو سے ادا کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز مسجد میں پڑھ کر گھر آجاتے اور اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے تقریباً نصف النہار تک اوراد ووظائف، ذکر و نوافل، تلاوت و تسبیحات میں مشغول رہتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ کوفہ کی جامع مسجد میں تراویح کی امامت فرمایا کرتے تھے[2]۔

اخلاق وعادات

قاضی شریح رحمہ اللہ اخلاق و عادات کے اعتبار سے اسلاف یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مکمل نمونہ تھے۔ عاجزی وانکساری، تواضع و مسکنت، خوش اخلاقی وخوش مزاجی آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ سلام کی ابتدا کرنے والا کبر وتکبر سے بری ہوتا ہے، اس لیے قاضی شریحؒ سلام میں ہمیشہ سبقت کرتے تھے۔

قاسمؒ کا بیان ہے کہ کوئی شخص سلام میں قاضی شریحؒ پر سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔

عیسٰی بن حارث کا بیان ہے کہ میں اکثر سلام میں سبقت کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا، مگر کامیاب کبھی نہیں ہو سکا۔ میری ان سے اکثر راستہ میں ملاقات ہوتی تھی۔ میں ابھی اس انتظار ہی میں ہوتا تھا کہ اب سلام کروں، اب سلام کروں کہ اتنے میں وہ قریب پہنچ کر السلام علیکم کر دیتے[3]۔

ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس سے دوسرے مسلمان کو کسی قسم کی اذیت اور تکلیف نہ پہنچے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ کو اس بات کا اتنا خیال تھا کہ اپنے گھر کے تمام پرنالے بھی گھر کے اندر ہی لگائے تھے، تاکہ اس کے پانی سے کسی گزرنے والے کو تکلیف نہ ہو[4]۔ اس طرح گھر میں مرنے والے کسی جانور کو باہر نہ پھینکتے کہ اسکی عفونت وبدبو سے کسی کو تکلیف نہ ہو، بلکہ اسے گھر ہی میں زمین کھود کر دفن کر دیتے[5]۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۵ [2] طبقات ابنِ سعد بذیل ترجمہ [3] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۴۱

[4] طبقات ص ۱۴۳ ج ۶ [5] ایضاً

امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ قاضی شریحؒ نے فرمایا مجھے جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو میں چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں ۱؎ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس سے بڑی مصیبت مجھ پر نہیں آئی ۲؎ پھر اس مصیبت پر جب اللہ تعالیٰ صبر عطا فرماتے ہیں تو اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں ۳؎ پھر جب اللہ جل شانہٗ اس مصیبت پر ثواب کی امید کرتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں تو اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں ۴؎ اور اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ مصیبت میرے دین پر نہیں آئی [۱]

ان تمام تفصیلات سے قارئین کے سامنے قاضی شریحؒ کی شخصیت مکمل طور پر نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کیا قاضی شریح جیسی شخصیت سے ممکن ہے کہ انہوں نے چند روپوں کی خاطر سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتویٰ دیا ہو۔ جو شخص مسلمانوں کی ایذا رسانی سے اس قدر بچتا ہو کہ گھر کے پرنالے بھی گھر کے اندر لگائے، گھر میں مرنے والے جانور کو بھی باہر نہ پھینکے کہ اس سے مسلمانوں کو اذیت ہوگی۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ قتل حسینؓ میں کسی طرح بھی شریک رہا ہو؟

مذکورہ کانفرنس کے منتظمین نے بلا ثبوت قاضی شریحؒ پر الزام و بہتان لگایا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَبُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ ہم نے اس کے جواب کے لیے تاریخ و سیرت کی متعدد کتابوں کو کھنگالا لیکن ہمیں اس کا ثبوت کہیں نہیں ملا؛ البتہ یہ ضرور ملا کہ قاضی شریحؒ کی عادت تھی کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اختلافی امور سے کنارہ کش رکھتے تھے، چنانچہ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بارے میں ابو وائلؒ ان سے نقل کرتے ہیں: قال لی شریح فی الفتنه یعنی فی فتنه الزبیر ما اخبرتُ ولا استخبرتُ ولا ظلمتُ مسلماً ولا معاهداً دیناراً ولا درهماً [۲]

ابو وائل سے روایت ہے کہ مجھے قاضی شریحؒ نے ابن زبیرؓ کے فتنہ کے بارے میں کہا "میں نے نہ کسی کو کچھ بتلایا اور نہ کسی سے کچھ پوچھا اور نہ کبھی کسی مسلمان اور کسی ذمی پر ایک دینار و درہم کے بقدر ظلم کیا۔

۱؎ سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۰۵، تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۱۳ ۲؎ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۳ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ص ۴۴۲ ج ۱۲

اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی ملا کہ قاضی شریح اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے مرکزی کردار کوفہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کے مابین سخت بغض وعداوت اور دشمنی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک بار ابن زیاد کا دایاں ہاتھ بیماری کے سبب گل سڑ گیا۔ تمام اطباء نے اسے کٹوانے کا مشورہ دیا۔ ابن زیاد نے قاضی شریحؒ سے مشورہ کیا تو قاضی شریحؒ نے جواب دیا مجھے یہ پسند نہیں کہ تم اپنی بقیہ زندگی کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ گزارو اور اگر تمہاری موت قریب آچکی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کٹے ہوئے ہاتھ سے کرو گے۔ اگر اللہ نے پوچھ لیا کہ یہ ہاتھ کیوں کٹوایا تو کیا جواب دو گے کہ آپ کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہوئے۔ اس پر ابن زیاد نے اپنا ہاتھ نہیں کٹوایا اور اس کا زہر تمام جسم میں سرایت کر گیا۔ جس کی بنا پر وہ اسی دن مرگیا۔ فَلَامَ النَّاسُ شُرَيْحًا حَيْثُ نَصَحَ لَهٗ لِبُغْضِهِمْ لِزِيَادٍ۔ لوگوں نے قاضی شریحؒ کو ملامت کی کہ انہوں نے ابن زیاد کو اپنی عداوت کی وجہ سے غلط مشورہ دیا۔[1]

اہل تشیع کے نامور عالم ومحقق ملّا باقر مجلسی جو بہت سی کتابوں کے مصنّف ہیں انہوں نے اپنے ائمہ کے حالات پر ایک ضخیم کتاب بنام "جلاء العیون در زندگانی ومصائب چہاردہ معصوم علیہم السلام" لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں جو ۲۰۰ سے زائد صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اس میں بھی قاضی شریحؒ کے اس فتویٰ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اگر یہ بات حقیقت پر مبنی ہوتی تو ملّا باقر مجلسی ضرور اسے نقل کرتے؛ البتّہ انہوں نے صرف اتنا نقل کیا ہے کہ جب حضرت حسینؓ نے مسلم بن عقیل کو کوفہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا تو کوفہ میں مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ کے ہاں قیام کیا، ابن زیاد کے جاسوسوں نے اسے مطلع کر دیا کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ابن زیاد نے ہانی کو اپنے ہاں طلب کیا اور اس سے کہا کہ مسلم بن عقیل کو میرے حوالے کرو۔ ہانی نے انکار کیا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور ابن زیاد نے اپنے ہاتھ کی چھڑی سے ہانی کو پیٹا اور زخمی کر دیا۔ اس پر ہانی بن عروہ نے اپنی تلوار نکالنا چاہی کہ ابن زیاد نے اپنے آدمیوں سے اسے گرفتار کروالیا۔ باہر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جس پر عمرو بن حجاج نے قبیلہ مذحج کے لوگوں کو جمع کر کے ابن زیاد کے گھر (دارالامارۃ) کے باہر مظاہرہ شروع کر دیا کہ ہانی کو بلا کسی جرم کے قتل

---

[1] شذرات الذہب ص۸۵ ج ۱

کیا گیا ہے اس کے خون کا بدلہ دیا جائے۔ ابنِ زیاد جب اس مظاہرہ سے پریشان ہوا تو:

شریح قاضی را گفت برو ہانی را ببیں و مردم را خبر دہ کہ او زندہ است چوں شریح بنزد ہانی رفت دید کہ خون از روئے ہانی جاریست و می گوید کہ کجا یند خویشاں و یاوراں من اگر دہ نفر از ایشاں بقصر در آیند مرا از شر ایں ملعون نجات می دھند۔ پس شریح بیروں آمد و صدا زد از بالائے قصر کہ ہانی زندہ است و آسیبے باو نرسیدہ است۔ چوں اہل قبیلۂ او شنیدند کہ او زندہ است پراگندہ شدند۔

(ابنِ زیاد نے) قاضی شریحؒ سے کہا باہر جاؤ اور ہانی کو دیکھو اور لوگوں کو اطلاع کر دو کہ وہ زندہ ہے جب قاضی شریح ہانی کے پاس گئے دیکھا کہ خون ہانی کے چہرہ سے جاری ہے اور ہانی کہہ رہے ہیں کہ کہاں ہیں میرے عزیز دوست۔ اگر ان میں سے دس آدمی بھی محل میں آجائیں تو مجھے اس ملعون کے شر سے نجات دے سکتے ہیں۔ قاضی شریحؒ باہر آئے اور محل کے بالاخانہ سے آواز دی کہ ہانی زندہ ہیں اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی ہے۔ جب ان کے قبیلہ نے یہ سنا کہ ہانی تو زندہ ہیں تو (مظاہرین) وہاں سے منتشر ہو گئے۔

(جلاء العیون صہ ۳۶۳ مطبوعہ ایران)

قاضی شریحؒ کا اس سے زیادہ تذکرہ ملا باقر مجلسی کی کتاب میں نہیں ملتا۔ ہم اپنی معروضات کو یہیں پر ختم کرتے ہوئے اہلِ انصاف سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی ہستی کے بارے میں کسی قسم کے ریمارکس دینے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ اس سے دوسرے کی دل آزاری تو نہیں ہو گی۔ کیونکہ اس سے اختلاف کی خلیج ختم ہونے کے بجائے بڑھتی ہے۔

وَمَا علینا اِلّا البلاغ المبین